جاوید احمد غامدی

سیاق وسباق کے آئینہ میں (سولھویں اور آخری قسط)

مولانا فضل محمد یوسف زئی

جاوید احمد غامدی صاحب کا قلم

جاوید احمد غامدی صاحب ایک قادر الکلام صاحب قلم اسکالر ہیں۔ ادبی شہہ پاروں کے ضمن میں تلمیحات واشارات اور طنز وتشریحات وتاویلات کے اچھے خاصے ماہر ہیں۔ اپنے اس فن کے داؤ پیچ میں وہ کبھی مخاطب کو اچھی خاصی گالی دے جاتے ہیں، مگر قلم کی صفائی سے کسی کو احساس نہیں ہونے دیتے۔ میں غامدی صاحب کے چند چیدہ چیدہ کلمات ان کی کتابوں سے چن کر قارئین کے سامنے رکھتا ہوں اور اپنے مخاطبین کو یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کہ جاوید غامدی صاحب کے خلاف اگر کہیں کسی کے قلم میں سختی دکھائی دیتی ہے تو وہ اسی کے قلم کے عمل کا ردِعمل ہوتا ہے۔

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ جاوید غامدی کے قلم کی زَد میں

جناب غامدی صاحب کے صحابیِ رسول کی تحقیر وتوہین کے کلمات سے پہلے ایک ضابطہ اور قاعدہ سمجھ لینا چاہیے، وہ یہ ہے کہ تکمیل شریعت کے لیے اور امت کو شریعت کا عملی نمونہ دکھانے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام اعمال وافعال پر خود عمل فرمایا ہے جو اعمال وافعال عصمت نبوت کے منافی نہیں تھے، اگرچہ عام ماحول میں وہ بہت ہی ناآشنا اور ثقیل سمجھے جاتے تھے، جیسے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنے کو عرب جاہلیت میں حرام سمجھتے تھے، چنانچہ اس رسم کو توڑنے کے لیے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر کے عرب جاہلیت کے ایک سخت ترین رواج کو توڑ ڈالا۔ یہ فعل چونکہ عصمت انبیاء کے منافی نہیں تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مبارک کو اس کے توڑنے کے لیے پیش فرمایا۔ لیکن بعض افعال واعمال ایسے تھے کہ تکمیل شریعت کے لیے اس کا نمونہ پیش کرنا اگرچہ ضروری تھا، جیسے چوری کی پاداش میں ہاتھ کٹ جانا، زنا کی پاداش میں شادی شدہ کے لیے سنگسار ہوجانا، شراب پینے پر اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا دینا، حد قذف میں اسی (۸۰)

کوڑے کھانا، یہ ایسے افعال تھے جن کا ارتکاب شانِ نبوت اور عصمتِ انبیاء کے خلاف تھا، آنحضرت ﷺ اس کا نمونہ خود پیش نہیں کر سکتے تھے اور تکمیل شریعت کے لیے اس کا عملی نمونہ نہایت ضروری تھا، اس لیے تکوینی طور پر بعض صحابہؓ اور بعض صحابیاتؓ سے ایسے افعال سرزد ہوگئے جن پر حد نافذ ہوگئی اور امت کو شریعتِ مقدسہ کا ایک عملی نمونہ مل گیا کہ شادی شدہ مرد کو اس طرح سنگسار کیا جاتا ہے، زانیہ عورت کو اس طرح سنگسار کیا جاتا ہے، غیر شادی شدہ مرد و عورت کو حد زنا، حد خمر اور حد قذف میں اس طرح کوڑے مارے جاتے ہیں، چور اور چورنی کا ہاتھ اس طرح کاٹا جاتا ہے، چنانچہ ان سزا یافتہ صحابہؓ وصحابیاتؓ کی یہ بڑی قربانی تھی، جنہوں نے گویا تکمیل شریعت کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا، جس سے اسلامی شریعت کی تکمیل ہوگئی۔ اس پیارے منظر نامے سے ان سزا یافتہ صحابہؓ وصحابیاتؓ سے امت کے ہر سننے پڑھنے والے کے دل میں محبت اور عقیدت پیدا ہو جاتی ہے۔ میں جب حدیث میں ان حضرات کے اخلاص پر مبنی ان احادیث کو پڑھاتا ہوں تو بے اختیار خود بھی روتا ہوں اور طلبہ بھی روتے ہیں، اس کے برعکس جاوید غامدی صاحب نے ان صحابہؓ وصحابیاتؓ کو ''غنڈے، اوباش، بدترین اشخاص، بڑے بدمعاش، بدترین اوباش، انتہائی بدخصلت غنڈے، جنسی ہیجان کے غلبہ میں مہینوں عورتوں کا پیچھا کرنے والے'' جیسے ناموں سے اپنی کتاب برھان میں یاد کیا ہے۔ (دیکھئے: برھان، ص: ۸۳تا۹۱، طبع: ہفتم، دسمبر ۲۰۰۹ء)

غامدی صاحب نے صحابہ کرامؓ کا جو نقشہ پیش کیا ہے، اس سے ان صحابہؓ سے دلوں میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور آنحضرت ﷺ نے جو اُن کی مدح فرمائی ہے اور ان کے لیے جنت کی بشارت سنائی ہے، وہ سب مشکوک ہو جاتے ہیں۔ جن شارحین حدیث اور محدثین وفقہاء اور مدارس کے علماء نے ان صحابہؓ وصحابیاتؓ کے خلوص اور خوفِ آخرت اور گناہ پر ندامت اور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے ان کے لیے جنت کی بشارت اور توبہ کی عظیم قبولیت کو بیان کیا ہے، ان تمام چیزوں کو جاوید احمد غامدی نے نہایت چالاکی سے رد کیا ہے۔

اصل قصہ یہ ہے کہ جاوید غامدی، ان کے استاد امین اصلاحی اور ان کے استاد حمید الدین فراہی رجم کی سزا کو نہیں مانتے، وہ کہتے ہیں کہ زانی کے لیے قرآن میں صرف کوڑے ہیں، خواہ زانی شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو اور رجم کی احادیث سب غلط اور ناقابل اعتبار ہیں۔ اُدھر احادیث کی کتابوں بخاری و مسلم اور صحاحِ ستہ سے ثابت ہے کہ عہد نبوی میں رجم کے کئی واقعات پیش آئے ہیں، جو تواترِ عملی اور اجماعِ صحابہؓ سے ثابت شدہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے، رجم کی سزا سے انکار و فرار کی وجہ سے غامدی صاحب، ان کے استاد امین احسن اصلاحی اور ان کے استاد حمید الدین فراہی صاحب نے ان واقعات کو ''فساد فی الارض'' قرار دیا اور پھر ان صحابہؓ وصحابیاتؓ پر فساد فی الارض اور بغاوت ومحاربہ کا دفعہ چسپاں کر دیا۔ بہرحال غامدی صاحب کی لمبی عبارت ملاحظہ کیجئے اور فیصلہ فرمائیں کہ صحابہؓ کے بارے میں ان کا اخلاقی معیار کس پیمانے پر ہے، برھان، ص: ۸۳ طبع: ہفتم، دسمبر ۲۰۰۹ء میں غامدی

صاحب صحابیِ رسول حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''اس میں شبہ نہیں کہ ماعز رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ سب باتیں حدیث کی کتابوں میں بیان ہوئی ہیں، لیکن حق یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بات بھی ایسی نہیں ہے جس کی بنیاد پر اس کے اس کردار کی نفی کی جاسکے جو حضور ﷺ کی تقریر سے نمایاں ہوتا ہے۔ اعترافِ جرم اور ندامت سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ یہ کوئی مردِ صالح تھا جس سے یہ جرم اتفاقاً سرزد ہوگیا۔ دنیا میں جرائم کی جو تاریخ اب تک رقم ہوئی ہے، اس سے دسیوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ بدترین اوباش اور انتہائی بدخصلت غنڈے جو کسی طرح گرفت میں نہیں آسکتے تھے، ارتکابِ جرم کے فوراً بعد کسی وقت اس طرح قانون کے سامنے خود پیش ہوئے کہ ان کی ندامت پر لوگوں کے دلوں میں ان کے لیے ہمدردی کے جذبات اُمڈ آئے۔ نفسیاتِ جرم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے محرکات کئی ہوسکتے ہیں: مجرم اس اندیشے میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ اب یہ جرم چھپا نہ رہے گا، اس لیے وہ خود آگے بڑھ کر اس خیال سے اپنے آپ کو قانون کے سامنے پیش کردیتا ہے کہ اس طرح شاید اُسے سخت سزا نہ دی جائے۔ جرم اس طریقے سے سرزد ہوتا ہے کہ اس کے افشاء کو روکنا فی الواقع ممکن نہیں رہتا، چنانچہ وہ سبقت کرکے اپنے آپ کو لوگوں کے ردعمل کی شدت سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ جنسی ہیجان کے غلبہ میں مہینوں عورتوں کا پیچھا کرنے والے جب پہلی مرتبہ زنا بالجبر کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں تو بعض اوقات اس جرم کے نتیجے میں ہیجان کا ختم ہوجانا ہی انہیں اعترافِ جرم پر آمادہ کردیتا ہے۔ مجرم کے ماحول میں کسی غیر معمولی دینی شخصیت کا وجود بھی اس کا باعث بن جاتا ہے، جرم کے حالات' مثلاً مجرم کی درندگی کا شکار ہونے والی عورت یا بچے کی بے بسی بھی یہ نتیجہ پیدا کردیتی ہے۔ ضمیر کی خلش اور انسان کے اندر سے نفس لوامہ کی سرزنش بھی صرف بھولے بھالے مجرموں ہی میں احساسِ ندامت پیدا کرنے کا باعث نہیں بنتی، بڑے بڑے بدمعاش بھی بعض اوقات کسی خاص صورت حال میں اس سے متنبہ ہوجاتے ہیں اور پھر پورے خلوص کے ساتھ نہ صرف یہ اپنے جرم کا اعتراف کرلیتے ہیں، بلکہ اصرار کرتے ہیں کہ اُنہیں جلد سے جلد کیفر کردار کو پہنچا دیا جائے۔ پروردگار اسے جنت میں بھی داخل کرسکتا ہے، اللہ کا رسول اگر دنیا میں موجود ہو اور اسے وحی کے ذریعے یہ بتایا جائے کہ مجرم کی مغفرت ہوگئی اور یہ معلوم ہوجانے کے بعد اس کی نمازِ جنازہ پڑھے اور لوگوں کو بھی اس کے حق میں دعا کی نصیحت کرے تو اس سے اس کردار کی نفی کس طرح ہوجائے گی جو توبہ و اصلاح سے پہلے اس مجرم کا رہا؟ اس سے کیا یہ سمجھا جائے کہ کسی اوباش کو کبھی توبہ کی توفیق نہیں ملتی؟ اور جو شخص توبہ کرلے، اس کے بارے میں یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کبھی اوباش بھی رہا تھا؟ اسی طرح یہ بات تو بے شک صحیح ہے کہ کسی بدترین شخص کا ذکر بھی اس کے مرجانے کے بعد کبھی برے لفظوں میں نہیں کرنا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ نے اسی بنا پر ان لوگوں کو تنبیہ کی جو ماعز رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہہ رہے تھے کہ اس کی شامت نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ کتے کی طرح سنگسار کردیا گیا، لیکن اس کے معنی کیا یہ ہیں کہ جس شخص کے بارے میں بغیر کسی ضرورت کے اس طرح کا تبصرہ کرنے سے

www.banuri.edu.pk

لوگوں کو روکا جائے، وہ لازماً کوئی ہستی معصوم ہی ہوتا ہے؟ اور قانون وشریعت کی تحقیق کے لیے بھی اس کا کردار کبھی زیر بحث نہیں لایا جاسکتا؟ رہی یہ بات کہ حضور ﷺ نے اس سے مثلاً اس طرح کے سوالات کیے کہ کیا تم جانتے ہو کہ زنا کیا ہے؟ تو یہ وہ سوالات ہیں جو اعترافِ جرم کی صورت میں ہر عدالت کو لازماً کرنے چاہئیں، اس صورت میں چونکہ اس بات کا ہر وقت امکان ہوتا ہے کہ بعد میں کوئی شخص مجرم کے کسی مبہم بیان کی بنا پر عدالت کے فیصلے پر معترض ہو اور مدینہ کے ماحول میں جہاں منافقین صبح وشام اسی طرح کے فتنوں کے لیے سرگرم رہتے تھے، اس بات کا اندیشہ چونکہ اور بھی زیادہ تھا، اس وجہ سے آپ ﷺ نے اپنے سوالات کے ذریعے سے معاملے کا کوئی پہلو غیر واضح نہیں رہنے دیا۔ اس سے کوئی شخص اگر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ بے چارہ تو یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ زنا کیا ہے تو اس کے بارے میں پھر کیا عرض کیا جاسکتا ہے! حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کے لوگ اگر زنا بالجبر کے متعلق یہ بھی کہتے ہیں کہ شرفا بھی کبھی کبھی اس کے مرتکب ہوجایا کرتے ہیں تو اس پر کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے۔ عقل ودانش کی جو مقدار اب ہمارے مدرسوں میں باقی رہ گئی ہے، اس کے بل بوتے پر اس سے زیادہ کیا چیز ہے جس کی توقع ان لوگوں سے کی جاسکتی ہے؟ بہرحال یہ ہے ان سب باتوں کی حقیقت، لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص اصرار کرتا ہے کہ ان روایات سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی ہستی معصوم تھا جو بس یونہی راہ چلتے کسی عورت سے بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھا تو اُسے پھر مان لینا چاہیے کہ اس صورت میں نہایت شدید قسم کا جو تناقض اس کے متعلق نبی ﷺ کی تقریر اور ان روایات کے مضمون میں پیدا ہوجائے گا، اس کی بنا پر کوئی حتمی بات اس مقدمے کے بارے میں بھی کسی شخص کے لیے کہنا ممکن نہ ہوگا۔'' (برہان، ص:۸۳ تا ۸۵، طبع ہفتم ۲۰۰۹ء)

غامدی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''یہ ہیں وہ روایتیں اور مقدمات جن کی بنیاد پر ہمارے فقہا قرآن مجید کے حکم میں تغیر کرتے اور زنا کے مجرموں کے لیے ان کے محض شادی شدہ ہونے کی بنا پر رجم کی سزا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سارے مواد پر جو تبصرہ ہم نے کیا ہے، اس کی روشنی میں پوری دیانت داری کے ساتھ اس کا جائزہ لیجیے، اس سے زیادہ سے زیادہ اگر کوئی بات معلوم ہوتی ہے تو بس یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے زنا کے بعض مجرموں کو رجم اور جلاوطنی کی سزا بھی دی ہے، لیکن کس قسم کے مجرموں کے لیے یہ سزا ہے اور حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء رضی اللہ عنہم نے کس طرح کے زانیوں کو یہ سزا دی؟ اس سوال کے جواب میں کوئی حتمی بات ان مقدمات کی رودادوں اور ان روایات کی بنیاد پر نہیں کہی جاسکتی۔'' (برہان ص:۸۸)

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ حمید الدین فراہی کے قلم کی زد میں

غامدی صاحب کہتے ہیں کہ:

''اس سزا (رجم) کا مأخذ درحقیقت کیا ہے؟ یہی وہ عقدہ ہے جسے امام حمید الدین فراہی نے اپنے رسالہ ''احکام الاصول باحکام الرسول'' میں حل کیا ہے۔ اپنے اصول کے مطابق انہوں نے ان مبہم اور متناقض روایات سے قرآن مجید کے حکم میں کوئی تغیر کرنے کے بجائے انہیں اس کتاب کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ ان کے نزدیک رجم اور جلاوطنی کی اس سزا کا مأخذ سورۂ مائدہ کی آیت محاربہ ہے۔

امام حمید الدین فراہی کی اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ زانی کنوارا ہو یا شادی شدہ، اس کی اصل سزا تو سورۂ نور میں قرآن کے صریح حکم کی بنا پر سو کوڑے ہی ہے، لیکن مجرم اگر زنا بالجبر کا ارتکاب کرے یا بدکاری کو پیشہ بنالے یا کھلم کھلا اَوباشی پر اتر آئے یا اپنی آوارہ منشی، بدمعاشی اور جنسی بے راہ روی کی بنا پر شریفوں کی عزت وناموس کے لیے خطرہ بن جائے یا مردہ عورتوں کی نعشیں قبروں سے نکال کر ان سے بدکاری کا مرتکب ہو یا اپنی دولت اور اقتدار کے نشے میں غربا کی بہو بیٹیوں کو سر بازار برہنہ کرے یا کم سن بچیاں بھی اس کی درندگی سے محفوظ نہ رہیں تو مائدہ کی اس آیت محاربہ کی رو سے اُسے رجم کی سزا بھی دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح مجرم کے حالات اور جرم کی نوعیت کے لحاظ سے جو دوسری سزائیں اس آیت میں بیان ہوئی ہیں، وہ بھی اگر عدالت مناسب سمجھے تو اس طرح کے مجرموں کو دے سکتی ہے۔ انہی سزاؤں میں سے ایک سزا جلاوطنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان مجرموں کو جو محض زنا ہی کے مجرم نہیں تھے، بلکہ اس کے ساتھ اپنی اوباشی کی بنا پر فساد فی الارض کے مجرم بھی تھے، یہ دونوں سزائیں دی ہیں، چنانچہ ان میں وہ مجرم جو اپنے حالات اور جرم کی نوعیت کے لحاظ سے رعایت کے مستحق تھے، انہیں آپ نے زنا کے جرم میں آیت نور کے تحت سو کوڑے مارنے کے بعد معاشرے کو ان کے شر وفساد سے بچانے کے لیے ان کی اوباشی کی پاداش میں مائدہ کی اسی آیت محاربہ کے تحت جلاوطنی کی سزا دی اور ان میں سے وہ مجرم جنہیں کوئی رعایت دینا ممکن نہ تھا، اسی آیت کے حکم ''أن يقتلو'' کے تحت رجم کردیے گئے۔'' (برھان، ص:۹۱، طبع ہفتم)

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ امین احسن اصلاحی کے قلم کی زد میں

امین احسن اصلاحی نے بھی حمید الدین فراہی کی طرح سنگساری اور رجم کی سزا کو آیت محاربہ کے تحت داخل کیا ہے اور نام لیے بغیر حضرت ماعز رضی اللہ عنہ اور رجم کے سزا یافتہ دیگر مرد وخواتین کو انہیں القاب سے یاد کیا جن سے حمید الدین فراہی نے یاد کیا، چنانچہ سورۂ مائدہ کی آیتِ محاربہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ا:......''اللہ اور رسول سے محاربہ یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ یا جتھا جرأت وجسارت، ڈھٹائی اور بے باکی کے ساتھ اس نظام حق وعدل کو درہم برہم کرنے کی کوشش کرے جو اللہ اور رسول (ﷺ) نے قائم فرمایا ہے۔ اس طرح کی کوشش اگر بیرونی دشمنوں کی طرف سے ہو تو اس کے مقابلے کے لیے جنگ وجہاد کے احکام تفصیل کے ساتھ الگ بیان ہوئے ہیں۔ یہاں بیرونی دشمنوں کے بجائے اسلامی حکومت کی رعایا ہوتے ہوئے- عام اس سے کہ وہ مسلم ہیں یا غیر مسلم- اس کے قانون اور نظام کو چیلنج کریں۔

قانون کی خلاف ورزی کی ایک شکل تو یہ ہے کہ کسی شخص سے کوئی جرم صادر ہو جائے، اس صورت میں اس کے ساتھ شریعت کے عام ضابطۂ حدود وتعزیرات کے تحت کارروائی کی جائے گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرے، اپنے شر وفساد سے علاقے کے امن ونظم کو درہم برہم کردے، لوگ اس کے ہاتھوں اپنی جان، مال، عزت، آبرو کی طرف سے ہر وقت خطرے میں مبتلا رہیں۔ قتل، ڈکیتی، رہزنی، آتش زنی، اِغوا، زنا، تخریب، ترہیب اور اس نوع کے سنگین جرائم حکومت کے لیے لاء اور آرڈر کا مسئلہ پیدا کردیں۔ ایسے حالات سے نمٹنے کے لیے عام ضابطۂ حدود وتعزیرات کے بجائے اسلامی حکومت مندرجہ ذیل اقدامات کرنے کی مجاز ہے۔'' (تدبر قرآن، ج:۲، ص:۵۰۵)

۲:.....'' (قرآن میں تقتیل کا حکم مذکور ہے) اس سے اشارہ نکلتا ہے کہ ان کو عبرت انگیز اور سبق آموز طریقہ پر قتل کیا جائے جس سے دوسروں کو سبق ملے۔ صرف وہ طریقۂ قتل اس سے مستثنیٰ ہوگا جو شریعت میں ممنوع ہے، مثلاً: آگ میں جلانا، اس کے ماسوا دوسرے طریقے جو غنڈوں اور بدمعاشوں کو عبرت دلانے، ان کو دہشت زدہ کرنے اور لوگوں کے اندر قانون اور نظم کا احترام پیدا کرنے کے لیے ضروری سمجھے جائیں، حکومت ان سب کو اختیار کرسکتی ہے۔ رجم یعنی سنگسار کرنا بھی ہمارے نزدیک تقتیل کے تحت داخل ہے۔'' (تدبر قرآن، ج:۲، ص:۵۰۵)

۳:.....اس وجہ سے وہ غنڈے اور بدمعاش جو شریفوں کی عزت وناموس کے لیے خطرہ بن جائیں، جو زنا اور اغوا کو پیشہ بنالیں، جو دن دہاڑے لوگوں کی عزت وآبرو پر ڈاکہ ڈالیں اور کھلم کھلا زنا بالجبر کے مرتکب ہوں، ان کے لیے رجم کی سزا اس لفظ کے مفہوم میں داخل ہے۔ (تدبر قرآن، ج:۲، ص:۵۰۴)

جن افراد کو عہد نبویؐ میں رجم کیا گیا، امین احسن اصلاحی کے نزدیک وہ سب غنڈے تھے، لکھتے ہیں:

۴:.....''اس عہد کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بہت سے ڈیرے والیاں ہوتی تھیں جو پیشہ کراتی تھیں اور ان کی سرپرستی زیادہ تر یہودی کرتے تھے جو ان کی آمدنی سے فائدہ اٹھاتے تھے، اسلامی حکومت قائم ہونے کے بعد ان لوگوں کا بازار سرد پڑ گیا، لیکن اس قسم کے جرائم پیشہ آسانی سے باز نہیں آتے، معلوم ہوتا ہے کہ اسی قماش کے کچھ مرد اور بعض عورتیں زیر زمین یہ پیشے کرتے رہے اور تنبیہ کے باوجود باز نہیں آئے، بالآخر جب وہ قانون کی گرفت میں آئے تو مائدہ کی اسی آیت کے تحت - جس کا حوالہ اوپر گزرا - آپ ﷺ نے رجم کرایا۔'' (تدبر قرآن ج۲ ص:۵۰۶)

رجم سے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے امین احسن اصلاحی صاحب لکھتے ہیں:

''بہر حال یہ روایت بالکل بے ہودہ ہے اور ستم یہ کہ اُسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔'' (تدبر قرآن، ص:۵۰۳)

رجم شدہ صحابہؓ وصحابیاتؓ کو مغفرت کی بشارت

عہدِ نبویؐ میں جن صحابہؓ اور صحابیاتؓ پر رجم کا قانون شرعی نافذ کیا گیا، ان سے متعلق عقیدت ومغفرت اور نفرت وعداوت کے دونوں پہلو سامنے آسکتے تھے، اس لیے لسانِ نبوت سے ان کی مغفرت اور جنت کی بشارت بالکل واضح طور پر آگئی، تاکہ آئندہ ان سے متعلق کسی کی زبان سے غلط اور ہتک آمیز جملہ صادر نہ ہوجائے، چنانچہ صحیح مسلم، ج:۲،ص:۶۸ پر حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے استغفار کی دعا کرو، لوگوں نے اس طرح دعا کی: ''غَفَرَ اللّٰہُ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِکٍ'' اللہ تعالیٰ ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرمائے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَقَدْ تَابَ تَوْبَۃً لَوْ قُسِمَتْ بَیْنَ أُمَّۃٍ لَوَسِعَتْہُمْ۔''...... ''اس (ماعز رضی اللہ عنہ) نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایک امت پر تقسیم کردی جاتی تو پوری امت کو کافی ہوتی۔''

نسائی میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''لَقَدْ رَأَیْتُہٗ بَیْنَ أَنْھَارِ الْجَنَّۃِ یَنْغَمِسُ۔'' (فتح الباری، ج:۱۲،ص:۱۳۰)

ترجمہ: ''میں نے ماعز (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا کہ جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔''

مسند احمد بروایت ابوذر رضی اللہ عنہ یہ ارشاد مروی ہے:

''قَدْ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَأَدْخَلَ الْجَنَّۃَ۔'' (فتح الباری، ج ۱۲،ص:۱۳۰)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے ماعز (رضی اللہ عنہ) کو بخش دیا اور اُسے جنت میں داخل کردیا۔''

صحیح ابوعوانہ میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ یہ الفاظ ہیں:

''فَقَدْ رَأَیْتُہٗ یَتَخَضْخَضُ فِیْ أَنْھَارِ الْجَنَّۃِ۔'' (فتح الباری، ج:۱۲،ص:۱۳۰)

ترجمہ: ''میں نے ماعز (رضی اللہ عنہ) کو جنت کی نہروں میں غوطے لگاتے ہوئے دیکھا ہے۔''

صحیح مسلم ج:۲،ص:۶۸ پر غامدیہ کا مشہور واقعہ بھی ہے، سنگساری کے دوران حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر غامدیہ کے خون کا چھینٹا آکر لگا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو برا جملہ کہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَھْلًا یَا خَالِدُ! فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَۃً لَوْ تَابَھَا صَاحِبُ مَکْسٍ لَغُفِرَلَہٗ۔''

ترجمہ: ''اے خالد! برا بھلا کہنے سے باز رہو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس غامدیہ نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایسی توبہ ٹیکس وصول کرنے والا کرتا تو اس کی بھی بخشش ہوجاتی۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھنے کا حکم فرمایا اور اُسے دفن کردیا گیا۔ صحیح مسلم جلد:۲، صفحہ:۶۹ پر مذکورہ غامدیہ خاتون رضی اللہ عنہا کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس غامدیہ نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر مدینہ کے ستر گناہ گاروں پر تقسیم کردی جائے تو ان کے لیے بھی کافی ہوجائے گی، کیا تمہیں اس سے

www.banuri.edu.pk

افضل تو یہ مل سکتی ہے کہ اس نے اللہ کی رضا کے لیے اپنی جان قربان کردی۔‘‘

قارئین حضرات غور فرمائیں! لسانِ نبوت سے ان صحابہؓ وصحابیاتؓ کے لیے کس قدر عظیم بشارت سنائی جارہی ہے اور کس قدر ان کی منزلت اور عظمت بتائی جارہی ہے اور دوسری طرف دیکھئے کہ غامدی صاحب اور ان کے استاد امین احسن اصلاحی اور ان کے استاد حمید الدین فراہی کی طرف سے ان کے بارے میں کیا مغلظات سنائے جارہے ہیں، کم از کم یہ خیال تو کرتے کہ یہ آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ ہیں یا یہ خیال کرتے کہ مرنے کے بعد کسی کو اس طرح یاد کرنے کی ممانعت ہے یا یہ سوچتے کہ ہم تو بڑے اخلاق کے دعویدار ہیں اور دوسروں سے اس کے طلب گار ہیں، لیکن افسوس ہے کہ ان دانشوروں کا لہجہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور احادیث کے بارے میں بالکل خوارج اور روافض کا ہے۔

خاتمۂ کلام

اس مضمون میں جو کچھ میں نے پیش کیا ہے، یہ تو غامدی صاحب کے منشور کے دفعات تھے، اس کے علاوہ غامدی صاحب کی مختلف کتابوں میں جو غلط نظریات موجود ہیں، اس کی ایک مختصر فہرست میں قارئین کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں، تاکہ بطور خلاصہ حوالہ جات کے ساتھ غامدی صاحب کے غلط نظریات مسلمانوں کے سامنے آجائیں، ان کے سارے غلط نظریات کا پیش کرنا تو بہت لمبا کام ہے، لیکن چند اہم غلطیوں کی نشاندہی بطور مشتے از نمونہ خروارے پیش خدمت ہے۔ یہ عبارات اور حوالہ جات میں نے ’’غامدی مذہب کیا ہے؟‘‘ سے نقل کیے ہیں۔ غامدی صاحب کے عقائد ونظریات کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

۱:......قرآن کی صرف ایک ہی قراءت درست ہے، باقی سب قراءتیں عجم کا فتنہ ہیں۔ (میزان، صفحہ:۲۵، ۲۶، ۳۲، طبع دوم، اپریل ۲۰۰۲ء)

۲:......سنت قرآن سے مقدم ہے۔ (میزان، صفحہ:۵۲، طبع دوم، اپریل ۲۰۰۲ء)

۳:......سنت صرف افعال کا نام ہے۔ اس کی ابتدا حضرت محمد ﷺ سے نہیں، بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوتی ہے۔ (میزان، صفحہ:۱۰، ۶۵، طبع دوم، اپریل، ۲۰۰۲ء)

۴:......سنت صرف ستائیس (۲۷) اعمال کا نام ہے۔ (میزان، صفحہ:۱۰، طبع دوم، اپریل ۲۰۰۲ء)

۵:......حدیث سے کوئی اسلامی عقیدہ یا عمل ثابت نہیں ہوتا۔ (میزان، صفحہ:۶۴، طبع دوم، اپریل ۲۰۰۲ء)

۶:......دین کے مصادر وماخذ قرآن کے علاوہ دین فطرت کے حقائق، سنت ابراہیمی اور قدیم صحائف ہیں۔ (میزان، صفحہ:۴۸، طبع دوم، اپریل ۲۰۰۲ء)

۷:......دین میں معروف اور منکر کا تعین فطرت انسانی کرتا ہے۔ (میزان، صفحہ:۴۹، طبع دوم، اپریل ۲۰۰۲ء)

۸:......نبی ﷺ کی رحلت کے بعد کسی شخص کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (ماہنامہ اشراق، دسمبر ۲۰۰۲ء، صفحہ:۵۴، ۵۵)

۹:......زکوۃ کا نصاب منصوص اور مقرر نہیں ہے۔ (قانونِ عبادات، صفحہ:۱۱۹، طبع: اپریل ۲۰۰۵ء)

www.banuri.edu.pk

۱۰:......اسلام میں موت کی سزا صرف دو جرائم (قتل نفس اور فساد فی الارض) پر دی جاسکتی ہے۔ (برہان، صفحہ:۱۴۳، طبع چہارم، جون ۲۰۰۶ء)

۱۱:......دیت کا قانون وقتی اور عارضی تھا۔ (برہان، صفحہ:۱۸، ۱۹، طبع چہارم، جون، ۲۰۰۶ء)

۱۲:......قتل خطأ میں دیت کی مقدار منصوص نہیں ہے اور یہ ہر زمانے میں تبدیل کی جاسکتی ہے۔ (برہان، صفحہ:۱۸، ۱۹، طبع چہارم، جون ۲۰۰۶ء)

۱۳:......عورت اور مرد کی دیت (Blood Money) برابر ہوگی۔ (برہان، صفحہ:۱۸، طبع چہارم، جون ۲۰۰۶ء)

۱۴:......مرتد کے لیے قتل کی سزا نہیں ہے۔ (برہان، صفحہ:۱۴۰، طبع چہارم، جون ۲۰۰۶ء)

۱۵:......شادی شدہ اور کنوارے زانی دونوں کے لیے ایک ہی حد سو کوڑے ہے۔ (میزان، صفحہ: ۲۹۹، ۳۰۰، طبع دوم، اپریل ۲۰۰۲ء)

۱۶:......شراب نوشی پر کوئی شرعی سزا نہیں ہے۔ (برہان، صفحہ:۱۳۸، طبع چہارم، جون ۲۰۰۶ء)

۱۷:......غیر مسلم بھی مسلمانوں کے وارث ہوسکتے ہیں۔ (میزان، صفحہ:۱۷۱، طبع دوم، اپریل ۲۰۰۲ء)

۱۸:......سور کی کھال اور چربی وغیرہ کی تجارت اور ان کا استعمال شریعت میں ممنوع نہیں ہے۔ (ماہنامہ اشراق، اکتوبر ۱۹۹۸ء، صفحہ:۷۹۔ میزان، صفحہ:۳۲۰، طبع دوم، اپریل ۲۰۰۲ء)

۱۹:......عورت کے لیے دوپٹہ یا اوڑھنی پہننا شرعی حکم نہیں۔ (ماہنامہ اشراق، مئی ۲۰۰۲ء، صفحہ:۴۷)

۲۰:......کھانے کی صرف چار چیزیں ہی حرام ہیں: خون، مردار، سور کا گوشت اور غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ۔ (میزان، صفحہ:۳۱۱، طبع دوم، اپریل ۲۰۰۲ء)

۲۱:......بعض انبیاء قتل ہوئے ہیں، مگر کوئی رسول کبھی قتل نہیں ہوا۔ (میزان، حصہ اول، صفحہ:۲۱، طبع ۱۹۸۵ء)

۲۲:......حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں۔ (میزان، حصہ اول، صفحہ:۲۲، ۲۳، ۲۴، طبع ۱۹۸۵ء)

۲۳:......یاجوج ماجوج اور دجال سے مراد مغربی اقوام ہیں۔ (ماہنامہ اشراق، جنوری، ۱۹۹۶ء، صفحہ:۶۱)

۲۴:......جانداروں کی تصویریں بنانا بالکل جائز ہے۔ (ادارہ المورد کی کتاب ''تصویر کا مسئلہ'' صفحہ:۳۰)

۲۵:......موسیقی اور گانا بجانا بھی جائز ہے۔ (ماہنامہ اشراق، مارچ، ۲۰۰۴ء، صفحہ:۱۸، ۱۹)

۲۶:......عورت مردوں کی امامت کراسکتی ہے۔ (ماہنامہ اشراق، مئی ۲۰۰۵ء، صفحہ:۳۵ تا ۴۶)

۲۷:......اسلام میں جہاد و قتال کا کوئی شرعی حکم نہیں۔ (میزان، صفحہ:۲۶۴، طبع دوم، اپریل ۲۰۰۲ء)

۲۸:......کفار کے خلاف جہاد کرنے کا حکم اب باقی نہیں رہا اور مفتوح کافروں سے جزیہ لینا جائز نہیں۔ (میزان، صفحہ:۲۷۰، طبع دوم، اپریل ۲۰۰۲ء)

اہل علم جانتے ہیں کہ مذکورہ بالا تمام عقائد ونظریات قرآن وسنت اور اجماعِ امت کے خلاف ہیں اور ان سے دین اسلام کے مسلمات کی نفی ہوتی ہے جو موجب کفر ہے۔

(ماخوذ از ''غامدی مذہب کیا ہے؟'' تالیف پروفیسر مولانا محمد رفیق صاحب، از صفحہ:۱۲ تا ۱۵)

www.banuri.edu.pk